آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی میں اعتدال اور تبلیغ کے پہلو سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر سید وسیم الدین
صدر شعبہ پبلک ریلیشنز: وفاقی اردو یونیورسٹی

Prof. Dr. Syed Wasim-ud-Din

ABSTRACT:

The Holy Prophet Muhammad (Peace be upon him) played a vital role with particular reference to the strategy of war on different occasion (Gazwat-e-Nabwi). High officials, scaholars, intellectuals, are very much inspired by the wonderful and dynamic vision of the Holy Prophet Muhammad (Peace be upon him) for the better development of the strategy of war whenever and wherever is to be required.

In this presentation, I collected different dimension in accordance of war strategy of the The Holy Prophet Muhammad (Peace be upon him) which created New assumptions and discoveries regarding the new approaches of war i,e, very much beneficial and helpful for his followers at the time of Battles.

یہ موضوع اپنی خصوصیت و موضوعیت کے اعتبار سے انتہائی افادیت کا حامل ہے، جس کے ماتحت متعدد موضوعات کو زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔ میں اپنے مقالہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعتدال پسندی کے حوالے سے پیش کرنے کی سعادت عظیم حاصل کروں گا کہ آج عالم اسلام کے ۵۷ ممالک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص جنگی حکمت عملی کی نہ صرف یہ کہ ضرورت دائمی ہے بلکہ وقت کا اہم ترین تقاضہ بھی ہے۔ اہل اسلام اور اہل ایمان سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہارت کو ملحوظ خاطر رکھیں تو ہم اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے میں نہ صرف کامیاب

وکامران ہوں گے بلکہ فتح مندی ہمارا مقدر بن جائے گی۔

غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام لڑائیوں، مہموں، جنگی یا سفارتی نوعیت کے سفروں کو کہا گیا ہے جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ کے قیام کے بعد اختیار کئے سرایاوہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو کسی سفر یا مہم پر روانہ فرمایا۔(۱) یہ سب اعلان اس سازش کا جواب تھے جو اہل مکہ نے محیرب کے خلاف عبداللہ بن ابیؓ کو خط تحریر فرما کر شروع کیا تھا۔(۲)

حضرت علیؓ نے ایک بار سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مسلک کی وضاحت فرمائیں، صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

معرفان میرا سرمایہ ہے عقل میرے دین کی اصل ہے
محبت میری بنیاد ہے شوق میری سواری ہے
ذکر میرا مونس ہے اعتماد میرا سرمایہ ہے
حزن میرا رفیق ہے علم میرا ہتھیار ہے
صبر میرا لباس ہے خدا کی رضا میری غنیمت ہے
عاجزی میرے لئے وجہ اعزاز ہے صدق میرا سفارشی ہے
طاقت میرا بچاؤ ہے جہاد میرا کردار ہے
اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے(۳)

سیدالعرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد غزوات میں حصہ لیا، ان میں غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ سویق، غزوۂ بنوسلم، غزوۂ بنوغطفان قابل ذکر ہیں، غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کے بغیر سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ نہ تو مکمل ہوتا ہے اور نہ ہی صحیح نقشہ ذہن انسانی کے سامنے آتا ہے۔ دور مدینہ ریاست وحکومت، جنگ وقتال، سفارت ومعاہدات اور ہر امور اجتماعی کے مسائل اعلیٰ سطح پر حل کرنے کا دور ہے۔ جنگ وقتال تو غزوات کا صرف ایک حصہ تھا، فاتح کی حیثیت سے مفتوح کے ساتھ سلوک، غیر جانب دارانہ ریاستوں کے سربراہوں کے ساتھ معاملات ومعاہدات، سفارتوں کی پذیرائی اور سفارتوں کی روانگی کو سفارتوں کا بین الملکی

سیاسیات میں صحیح مقام یہ سب امور سیرت ہی کی روشنی میں صحیح طریقہ پر حل کئے جاسکتے ہیں۔ یہ امور ایمان، ایقان اور حق وصداقت کی پہچان کے بغیر خاطر خواہ طور پر انجام نہیں دیے جاسکتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔(۴) جو ایک ہزار کے مسلح لشکر کے مقابلہ میں ۳۱۳ غیر مسلح اہل ایمان کو لے کر صف آراء ہوئے تھے اور جنہیں تمام عمر یہ احساس رہا کہ ان کی یہ لڑائی اللہ تعالیٰ نے لڑی تھی۔(۵)

قرآن وسنت کے احکامات اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ کے بعد بعض مستشرقین کو یہ بات قبول کرنی پڑی کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا ہے۔

آرنلڈ لکھتا ہے کہ:

''مسلمانوں نے عیسائیوں اہمیت کے ساتھ اولین دور میں جو فراخ دلانہ رویہ اختیار کیا گیا، اس سے یہ مجموعی تصور رد کرنا پڑتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ مسلمانوں کا ظالمانہ سلوک تھا اور ہمیں مجبور ہونا پڑتا ہے کہ ہم مظالم کے علاوہ دوسرے عوامل پر غور کریں۔'' اور یہی مصنف انطاکیہ کے بطریق میکاویس کا قول نقل کرتا ہے۔''خدا ترکوں کی حکومت کو دوام بخشے وہ اپنا کام کرتے ہیں اور کسی کے دین کی طرف دھیان نہیں دیتے چاہے وہ عیسائی ہوں یا یہودی''۔(۶)

جنوبی افریقہ کے شہر ممباسا میں ۱۹۳۵ء میں معروف مفکر و ناول نگار جارج برنارڈ شاہ اور سفیر پاکستان علامہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے درمیان ایک بھرپور مناظرہ ہوا جس کا اردو ترجمہ ۱۹۷۲ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔اس مناظرہ میں برنارڈ شانے کہا کہ:

''اسلام صرف تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔''(۷)

علامہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:''اسلام کے بارے میں یہ ایک غلط فہمی ہے، اسلام کے لغوی معنی از خود امن کے ہیں، بلاشبہ اسلام خود تحفظی کی دعوت دیتا ہے، اگر دشمنوں کی یلغار ہو اور سرحدیں غیر محفوظ ہو، تو ایسی حالت میں تلوار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اس رعایت کو واضح الفاظ میں میں بیان کیا گیا ہے اسلام میں اکراہ یا دباؤ نہیں تشدد و ظلم نہیں، اسلام بڑی سختی سے ظلم واستبداد کو حرام قرار دیتا ہے۔(۸) علاوہ ازیں اگر یہ مان لیا

جائے کہ چند مسلم بادشاہوں نے یا قبیلوں نے دنیا طلبی یا سیم وزر کے لئے خون بہایا۔ حکومتوں کو وسعت دی تو انہیں کسی طرح معصوم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ مسلم حکمران بھی اتنے ہی ذمہ دار اور قابل مذمت کہے جائیں گے، جتنے کہ عیسائی پادری۔ مسلمان حکمرانوں کا یہ ذاتی فضل ہے۔ گھناؤنا عمل ہے، لہٰذا ان خود سر بادشاہوں کے کالے کرتوت اسلام کے سر نہیں منڈھے جاسکتے۔

محسن انسانیت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے۔''(۹)

چالوں سے یہاں مراد بدعہدی، دھوکہ یا اخلاقی اقدار کو پامال کر کے اپنے مقصد کا حصول نہیں بلکہ اس سے مراد داؤ اور تدبیر ہے۔ جیسے دو پہلوانوں کی کشتی میں ایک پہلوان کوئی انوکھا داؤ کھیل کر دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے تو اس کے داؤ یا تدبیر کو دھوکہ اور فریب پر محصول نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہی مثال ان جنگی تدابیر کی ہوتی ہے۔ جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی چال سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔(۱۰)

ا۔ میدان جنگ میں صف بندی اس طرح کی جائے کہ دشمن کو اپنے حریف کی تعداد اصل تعداد سے بہت زیادہ دکھائی دے، یہ جنگی چال ہے جسے مکر وفریب کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

۲۔ آج کل فوج کی وردی کا رنگ عموماً خاکی تجویز کیا جاتا ہے جو برنگ زمین ہوتا ہے اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے ہوائی جہاز فوج کی نقل وحرکت سے آگاہ نہ ہوسکیں۔ یہ بھی چال کی تعریف میں ہے۔ اس طریقہ سے کسی چیز کی ھیئت تبدیل کردی جاتی ہے۔

۳۔ آج کل فوج اگر کہیں پڑاؤ ڈالنا چاہے تو اپنے خیموں کے اوپر درختوں کی شاخیں رکھ دیتی ہے جسے فلاج کہتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے جہاز اس مقام کو عام جنگل ہی تصور کریں اور فوج کی نقل وحرکت سے بے خبر رہیں یہ بھی ایک چال ہے۔

ایسی ہی صورت حال مسلمانوں کو ایران کی جنگوں میں پیش آئی، ایرانیوں کے دیو ہیکل

اور سیاہ فام ہاتھیوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے گھوڑے جو بدکے تو اپنے ہی لشکر کو روندنے لگے۔ پہلے ایک دو دن تو مسلمان سخت پریشان ہوئے، آخر ایک تدبیر اختیار کی گئی، عربوں نے اپنے اونٹوں کو کالے برقعے پہنائے اور جب یہ سیاہ کالے جانور میدان میں آئے تو دشمن کے ہاتھی ڈر کر جو بدکے تو دور تک اپنی فوجوں کو روندتے چلے گئے۔(۱۱)

اگر ہم اس پہلو سے بھی فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو جنگی مہارت بامراد نظر آتی ہے۔ جنگ بدر، جنگ خندق، جنگ خیبر، غزوۂ بنولحیان، اور فتح مکہ کے موقع پر آپ کی جنگ مہارت بڑی کام آئی اور اسی مہارت کی وجہ سے مسلمان سرخرو ہوئے۔ عالم اسلام کے موجودہ جرنیلوں کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جنگی حکمت عملی سے سبق حاصل کرنا چاہیے، کیونکہ مشرق وسطیٰ کے ممالک آج جہاد یا جنگی حکمت عملی سے بہت دور اور ناکام دکھائی دیتے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ایسے طریقے اختیار کئے جو آج کے ترقی یافتہ دور میں استعمال ہو رہے ہیں، آپ ﷺ نے طائف کے محاصرہ میں منجنیق، دبابہ، اور جنتور سے کام لیا۔ اس وقت ایسے ہتھیاروں کا استعمال عجیب وغریب تھا۔ آپ ﷺ نے جنگ بدر میں اپنے ٹھہرنے کے لئے جو علیحدہ جگہ عریش تیار کروائی اور اپنا ٹھکانہ منتخب کرتے وقت تمام مناسب شروط کا لحاظ رکھا جیسا کہ آج کل کی جنگوں میں ہوتا ہے۔

ایک سپہ سالار کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی فوج کے افراد کی ذاتی صلاحیتوں سے واقف ہوتا کہ ان کی صلاحیت کے مطابق ہر ایک سے کام لے سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوہر شناس کی صلاحیت سے مالا مال تھے، جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فوج کے تمام افراد آپ کے تربیت یافتہ تھے۔(۱۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو جنگی محاذ پر روانہ نہیں کیا، بلکہ حضرت حسان بن ثابت کو جنگ خندق کے موقع پر عورتوں کی حفاظت کے لئے مدینے میں چھوڑ دیا تھا۔(۱۳)

صلح حدیبیہ میں مخالف فریق کو اس بات پر آمادہ کر دینا کہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر

جانبدار رہیں گے۔ اور اس کے معاوضے میں مسلمان قریش کا تجارتی راستہ کھول دیں گے اور دس سال تک باہم صلح رہے گی ایک زبردست سیاسی فتح تھی، جو مسلمانوں نے حاصل کی علاوہ ازیں قریش یا عربوں کے کاروبار اور تجارت کی ترقی سے یہودیوں کی روز افزوں معاشی اجارہ داری کی روک تھام بھی ہو جاتی تھی۔ (۱۴)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فطری طور پر نہایت نڈر اور دلیر تھیں۔ رات کے وقت اکثر قبرستان چلی جاتی تھی۔ (۱۵) غزوۂ خندق میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور قلعہ سے باہر نکل کر نقشۂ جنگ دیکھا کرتی تھیں۔ ان کی بہادری کی ایک مثال پیش خدمت ہے کہ جب غزوۂ اُحد پیش آیا تو مسلمانوں کی اتفاقی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور جیتی ہوئی جنگ ہاتھ سے نکل گئی۔ (۱۶) اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو اُم المومنین سیدہ عائشہؓ، سیدہ صفیہؓ اور سیدہ فاطمہؓ اور چند دیگر خواتین دیوانہ وار میدان جنگ کی طرف دوڑیں۔ جب میدان جنگ میں پہنچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح مگر زخمی دیکھا، دیگر مسلمان اِدھر اُدھر منتشر تھے، ان خواتین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور مشکیزے اپنے کندھوں پر ڈالے اور زخمیوں کو پانی پلایا۔ جب مسلمانوں نے اپنی ان معزز خواتین کو میدان کارزار میں دیکھا تو وہ بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ جب مسلمان آگئے تو یہ خواتین واپس لے گئیں۔ یاد رہے کہ اس وقت تک پردہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ (۱۷)

یہاں میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ و دیگر کا خصوصی طور پر ذکر اس لئے کیا ہے کہ میدان جنگ میں خواتین کی اگر ضرورت محسوس ہو تو حفظ ماتقدم کے طور پر یہ نیک عمل کیا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کے قلیل عرصہ میں جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین اور جنوبی عراق میں نراج (لاحکومتی) کی جگہ (جہاں زیادہ تر خود سر خانہ بدوش قبائل میں خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں)۔ ایک مستحکم اور بڑی مملکت قائم کر دی۔ (۱۸)

بحیثیت سپہ سالار کے آپ ﷺ کی لڑائیوں میں بہ مشکل چند سو آدمی فریقین کے مارے گئے، لیکن دس سال میں دس بارہ لاکھ مربع میل کا رقبہ مطیع اور ماتحت ہو گیا، اور ٹھوس فتوحات

کا ایسا ریکارڈ قائم ہوا کہ اگلوں پچھلوں کسی نے ریکارڈ قائم نہیں کیا۔(۱۹)

دنیا میں بہت سے ہادی معلم اور پیغمبر آئے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی کو اپنی زندگی میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی، جو نبی آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی ۱۰ھ میں جب آپ ﷺ حج کو تشریف لے گئے، تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان تھے جو براعظم کے ہر حصے سے آئے تھے۔(۲۵)

سید الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین پیش فرمایا، اس نے اپنے لئے خود نہ خود جگہ پیدا کر لی۔ چین میں کبھی صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی، مگر وہاں بھی کروڑوں مسلمان ہیں۔ یورپ میں، ہندوستان و افریقہ میں۔ امریکہ میں اور غیر مسلم حکومتوں، نومسلموں کی روز افزوں کثرت ہو رہی ہے حتیٰ کہ کیمونسٹ علاقوں میں نومسلم نظر آ رہے ہیں۔ وسطی ایشیاء کی سات مسلم ریاستوں کا عالم وجود میں آنا اسلام کی اندرونی کشش کا باعث ہے۔

نتیجہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کے روشن پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ او آئی سی کے جملہ اراکین کو اگر دنیا میں اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنا ہے تو انہیں اپنی ریاستوں میں فکر انگیز اور عملی انقلاب کو اُجاگر کرنا ہوگا اور کفار، مشرکین اور مخالفین و حاسدین اسلام کے خلاف اپنا محاذ اپنے دفاع اور بوقت ضرورت حملہ کرنے کے لئے تیار رہنا ہوگا، ایک کامیاب سپہ سالار اور جرنیل کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ بوقت ضرورت جنگ کے لئے آمادہ رہے تا کہ ہنود، یہود، کفار، مشرکین، منافقین اور مخالفین اسلام اپنی اوقات میں رہیں اور اسلام کا پرچم صدا لہراتا رہے۔ ڈاکٹر اقبال کے ان اشعار پر اپنا مقالہ مکمل کرتا ہوں۔

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری — میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری
ماسوا اللہ کے، آگ ہے تکبیر تیری — تو مسلماں ہے تو تدبیر ہے تقدیر تیری
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ گلزار احمد، بریگیڈیئر، غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوئم، ضیاء القرآن،

لاہور،۱۹۸۶ء،ص ۷

۲۔ ایضاً

۳۔ قادری، سید شمیم حسین، اسلامی ریاست قرآن و سنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، لاہور،۱۹۸۴ء،ص ۱۰، ۱۱

۴۔ گلزار احمد، بریگیڈیئر، غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوئم، ضیاء القرآن، لاہور،۱۹۸۶ء،ص ۱۰۔۱۱

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً،ص ۱۴

۷۔ وسیم الدین، ڈاکٹر سید، عظیم مکالمہ، شعبہ تصیف و تالیف، جادو، کراچی،۲۰۰۲ء،ص ۲،۳

۸۔ ایضاً،ص ۵۹

۹۔ قادری، سید شمیم حسین، اسلامی ریاست قرآن و سنت کی روشنی میں، علماء اکیڈمی، لاہور،۱۹۸۴ء،ص ۳۵۲

۱۰۔ ایضاً،ص ۳۵۳

۱۱۔ ایضاً، ۳۵۳

۱۲۔ ایضاً،ص ۳۶۵

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۸۷ء،ص ۲۵۰۔۲۴۹

۱۵۔ محمد رضاء المصطفیٰ، اُمہات المومنین، مکتبہ گیلانیہ فیصل آباد،۲۰۰۳ء،ص ۱۴۹

۱۶۔ ایضاً،

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۸۷ء،ص ۱۳

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ ایضاً،ص ۱۴